پروفیسر محمد اسلم

تذکرۃ الشیخ والخدم

"تذکرۃ الشیخ والخدم" المعروف بہ "تذکرہ حسّو تیلی" ۱۸۲ ورق کا ایک نایاب مخطوطہ جس کا کوئی دوسرا نسخہ آج تک کہیں دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا، علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی لائبریری میں محفوظ ہے[1] یہ تذکرہ منظوم ہے اور ۱۷ شعر فی صفحہ کے حساب سے اس میں ۶۱۸۸ اشعار درج ہیں۔

مصنف

"تذکرۃ الشیخ والخدم" کا مصنف خواجہ صورت سنگھ المتخلص بہ عاقل ولد دونی چند ولد جوگیداس ہے جو کنبو قوم کی سارنگ گوت کا ایک فرد تھا[2] اس نے ایک موقع پر اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

مرا بفرقہ کنبوج عرف شاں سارنگ — خطاب صورت سنگھ است عاقل آخر کار

کمینہ پور دونی چند ابن جوگیداس — زنام اب وجد خویش کردم استحضار

ایک دوسری جگہ اس نے اپنے تخلص کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

برادری زسدانند خود صورت سنگھ — خطاب یافتہ عاقل بدفتر اشعار[3]

کنبو قوم کے افراد عموماً کاشتکار ہوتے ہیں لیکن صورت سنگھ کی برادری کے لوگ تجارت پیشہ تھے۔

تمام ساکن آں شہر فرقہ کنبوج — تمام سائران آن بلدہ مردم تجار

---

[1] "تذکرۃ الشیخ والخدم"، مؤلفہ صورت سنگھ، مخزونہ لائبریری شعبۂ تاریخ، علی گڑھ یونیورسٹی، نمبر ۱۹۶ مذہب وفارسیہ

[2] سارنگ کمبوؤں کی ایک گوت ہے۔ ملاحظہ ہو پرتاپ سنگھ، "آئینہ کھیم کرن"، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء، ص ۱۱۔

[3] "تذکرۃ الشیخ والخدم"، ورق ۱۷ ا ب۔

مصنف کا وطن

صورت سنگھ دریائے ستلج کے کنارے واقع ایک گاؤں نیتبسر کا رہنے والا تھا[۴]۔ یہ گاؤں روہی وال کے قریب اور پٹی کی عملداری میں واقع تھا:

کنوں ز موطنِ خود بایدم نمود بیان	دگر ز نام اب وجدّ و عرف خویش اظہار
بشہر نیتبسر عملۂ پٹی ہیبت پور	قرینِ خطہ لاہور ملکِ ہند و بار
سوی جنوب ز لاہور بہفت فرسخ راہ	قریب روہی وال[۵] و قصور طرفہ دیار

قیام لاہور

صورت سنگھ ایک پڑھا لکھا شخص تھا اس لیے اس نے تجارت کا شغل ترک کر کے ملازمت اختیار کر لی تھی۔ لاہور میں قیام کی غرض سے اس نے محلہ ٹلہ میں مولوی عبدالکریم، محمد شریف اور نظام خان جویہ کے مکانوں کے قریب ایک مکان خرید لیا تھا:

کنوں بہ بلدہ لاہور نیز خانۂ ماست	در آن محلہ کہ خوانند طلاش[۶] نام نگار
جوار حضرت عبدالکریم آنکہ بود	ہم اوستادم او مرشدم بکاہ شمار
بیک طرف از نظام خان جویہ	حویلی کہ سرش بگذرد از اوج حصار
دویم طرف ز محمد شریف بوتات است	بنائی مسجد عالی پئی نماز گذار
کسی کہ این دو نشان باید جوید از مردم	رسد بخانۂ این خجستہ نحیف و نزار

---

[۴] اب اس نواح میں اس نام کا گاؤں موجود نہیں۔ میں نے ڈسٹرکٹ سنسس رپورٹ، ڈسٹرکٹ گزٹیر اور صدر قانون گو لاہور کے کاغذات ملاحظہ کیے ہیں، لیکن نیتبسر نام کا گاؤں تحصیل قصور میں موجود نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ گاؤں دریا برد ہو گیا یا پھر اس کا نام تبدیل ہو گیا ہے۔

[۵] اس نام کا ایک گاؤں تحصیل قصور میں موجود ہے لیکن اُسے روہی وال کی بجائے روہے وال کہتے ہیں۔

[۶] "یہ محلہ واقع تھا جہاں آج کل دیوان رتن چند داڑھی والے کی سرائے اور باغ، چوبارہ چھجو بھگت، میو ہسپتال زنانہ و مردانہ، بھارت بلڈنگ اور گاندھی اسکوائر واقع ہیں۔" ملاحظہ ہو: علم الدین سالک، "نقوش لاہور نمبر"، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۴۶۴

صورت سنگھ نے محلہ ٹلہ میں اپنی رہائش کا ذکر درج ذیل شعر میں بھی کیا ہے:

طلاست یافتہ نامی محلّہ لاہور   درآن محلہ چو من خستہ بودش استقرار

صورت سنگھ کو ایک مجذوب مسمّی منگا کے ساتھ بڑی عقیدت تھی اور وہ گاہے گاہے لاہور میں اس کے مکان پر بھی آیا کرتا تھا۔ ایک بار اس کی نشاندہی پر صورت سنگھ کو اس مکان سے ایک دفینہ بھی ملا تھا:

بحکم منگا مجذوب آمد آن خانہ   مرا بدست بہفصد روپیہ پاک عیار[۵]

ملازمت

صورت سنگھ اور اس کا بڑا بھائی امانت خان کے ملازم تھے۔ "تذکرۃ الشیخ والخدم" کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خان مذکور کا ان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک تھا اس لیے اس کی وفات کے بعد انھوں نے کسی دوسرے شخص کی ملازمت کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک روز امانت خان کے فرزند عاقل خان نے صورت سنگھ کو بلا کر کہا:

توئی چو نوکر دیرینۂ امانت خان   زخدمت پسرش تا بکی نمائی عار

عاقل خان کے سمجھانے پر صورت سنگھ اور سدانند اس کی ملازمت اختیار کرنے پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ صورت سنگھ کا تقرر دفتر توجیہہ میں ہوا اور اس کا بھائی خانِ سامان کے عہدہ پر فائز ہوا:

سپردہ دفتر آن میرزا بدفتر بند   بسوی عاقل خان آمدیم زان دربار

اخی بیافتہ تشریف خان سامانی   مرا بدفتر توجیہہ کرد خامہ گذار

بیع غلہ سرکار شاہ و خرج دواب   حوالہ کرد بما خان زلطف بے مقدار

مصنف کا مذہب

"تذکرۃ الشیخ والخدم" کا مصنف بظاہر سکھ معلوم ہوتا ہے مگر وہ سکھ نہیں تھا۔ صورت سنگھ اور اس کی برادری کے لوگ ہندو تھے۔ اسے اپنے ہندو ہونے پر فخر تھا جس کا اظہار اس نے اس شعر میں کیا ہے:

---

[۵] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۸۲ ب

صفائی حسنِ عقیدت ز ہندواں دریاب | کہ غیرِ حق نگذارند نام ہر جان دار[۸]

صورت سنگھ کو نگرکوٹ کی دیوی "لاٹاں والی" سے بڑی عقیدت تھی جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا ہے:

بملکِ ہند خصوصاً بخطۂ پنجاب | بنام دیوی رانی بیافت استشہار
مکانِ ظاہر او قلعۂ نگرکوٹ است | زہی ستودہ مکان و خہی خجستہ حصار[۹]

اکبر نے ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے اپنی سلطنت میں ذبیحۂ گاؤ کی ممانعت کر دی تھی صورت سنگھ اور اس کے ہم مذہبوں کو اس سے جو خوشی ہوئی تھی اس کا ذکر اس نے ان اشعار میں کیا ہے:

بحکم اقدس شاہ زمانہ اکبر شاہ | رسوم گاؤکشی برفتاد از اعصار
ز بعد نقلِ شہنشاہ غازیِ مذکور | بہ تختِ ہند جہانگیر شاہ کرد قرار
ہماں سلوکِ پدر داشت در جہاں مسلوک | تفاوتی ننموو اندران رہ و رفتار[۱۰]

سکھ دھرم میں تمباکو نوشی کی سخت ممانعت ہے لیکن صورت سنگھ، مولوی عبدالکریم کے منع کرنے کے باوجود، تمباکو استعمال کیا کرتا تھا۔[۱۱] صورت سنگھ کی تمباکو نوشی ہی اس کے غیر سکھ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

مصنف کا مشرب

صورت سنگھ، مولوی عبدالکریم خلیفۂ شیخ حسّو تیلی کا مرید تھا اور وہ ایک باران کے توسط سے شیخ موصوف کی زیارت سے بھی مشرف ہوا تھا۔ صورت سنگھ کے دل میں مولوی عبدالکریم کے لیے جو عقیدت تھی اس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا ہے:

زہی بفضل و کرم کان یمین و بحر یسار | سپہر مرتبہ عبدالکریم مہر یسار
کہ اکثر گذرش در محلہ طلہ بود | گذشت پیشِ درم روزی آن فرشتہ شعار
سپہر مرتبہ عبدالکریم کز دی مہر | کند ز بر سبق خرد مطلع الانوار

---

[۸] تذکرۃ الشیخ والخدم ورق ۴۷ ب
[۹] ایضاً، ورق ۱۶۰ ب
[۱۰] ایضاً، ۳۶ ب
[۱۱] ایضاً، ورق ۱۳۳ ب

زلطفِ حضرت عبدالکریم پاک سیر فگند ظلِ کرم بر سرم ہما کردار[12]

"تذکرہ الشیخ والخدم" میں صورت سنگھ نے مولوی عبدالکریم کے علم وفضل کا ذکر متعدد موقعوں پر کیا ہے۔ اس کے اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب بڑے بلند پایہ عالم تھے اور فقہ کی جزئیات پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ برصغیر پاک وہند میں تمباکو ان کی زندگی میں ہی متعارف ہوا تھا اور وہ اس کے استعمال کو ناجائز سمجھتے تھے[13] صورت سنگھ نے ایک موقع پر ان کے فرزند شمس الدین کا بھی ذکر کیا ہے۔

مولوی عبدالکریم کی وفات کے بعد صورت سنگھ ان کے پیر بھائی شیخ کمال کے مریدوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا تھا۔ صورت سنگھ کی روایت کے مطابق شیخ کمال ملامتیہ مشرب رکھتے تھے[14]۔

بگفت کیست بگفتا کہ ہست شیخ کمال مریدِ حضرتِ حسو گزیدۂ احرار

ملامتیہ بود مذہبش و لیک بعلم نظر او نبود کو ست عالمِ اسرار

شیخ کمال کا مرید بننے کے لیے مسلمان ہونا شرط نہ تھی:

بطوق وطاعت او مسلم و ہنود تمام نہند گردن و نامش برند لیل و نہار

صورت سنگھ کی طرح بہت سے ہندو ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ صورت سنگھ نے نہال چند، سدانند، ہرنام، موہن رائے، سری چند، دیورام، بسنت رائے، منوہر، ہری چند بنوالی، لدہ، ابرام، کلیان اور بھاگ داس کا ذکر شیخ کمال کے "سیوکان" میں کیا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ صورت سنگھ نے ان کے لیے "مرید" کی بجائے "سیوک" کی اصطلاح استعمال کی ہے، ملاحظہ ہو:

ز سیوکانش ہری چند و بندہ صورت سنگھ رفیقِ خاص سری چند بہترین غم خوار

صورت سنگھ شیخ کمال کے سیوکوں میں ہندوؤں کے نام گنوانے کے بعد فخریہ انداز میں کہتا ہے:

صفائی حسن عقیدت ز ہندواں دریاب کہ غیر حق نگذارند نام ہر جان دار[15]

---

[12] تذکرہ الشیخ والخدم، ورق ۱۳۴ ب، ۱۳۶ ب [13] ایضاً، ورق ۱۳۲ ب

[14] ایضاً، ورق ۱۰۲ الف [15] ایضاً، ورق ۴۷ ب

صورت سنگھ نے شیخ کمال کے "سیوکوں" میں بھاگداس اور بسنت رائے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بھاگداس کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

بھاگداس کہ پیرش رمیۃ[۱۶] داد خطاب — دلش خلاص شد از قید سبحہ و زنار

آخری مصرع میں سبحہ و زنار کی قید سے خلاصی قابلِ غور ہے۔ اسی طرح صورت سنگھ اپنے خواجہ تاش بسنت رائے کے متعلق رقم طراز ہے:

بسنت رائے پور و پسر بود فارغ — ز جفت طاق و ز نرد و بیچ ز و جیدار دعار

شیخ کمال کی خانقاہ میں ہر وقت لنگر جاری رہتا تھا جہاں سے مسافروں اور ان کے معتقدین کو ہر قسم کا کھانا ملتا تھا۔ صورت سنگھ نے اس لنگر سے ملنے والے کھانوں کی جو فہرست دی ہے وہ سبک ہندی کی بہترین مثال ہے[۱۷]:

ز مطبخ نعم او بیان کنم برخے — ادام یافتہ ترتیب سی و شش اطوار
ز گوسپند و بز و پارہ آنچہ مطلوب ست — ہزار کوین و آہو زیادہ از مقدار
کباب تیہو و دراج و مرغ مرغابی — بود زیادہ حسابش ز حیطۂ احصار
بود فزون ز حد و زن قدر روغن زاد — ز زعفران و قرنفل برند دود بکار
چپاتی تنک و جنس و بو زیرہ مدام — برند بر مہماں ہر طرف ز حد بسیار
عجب جلیبی و حلوا و طرفہ شیر برنج — لطیف گیہور و نگدی و طرفہ مکدو کسار
لچی کچوری و ہم پوری و بادنجان — غریب ساگ و دگر توری عجیب گوار
ابای آملہ و ادرک و دگر لیموں — بود ز انبہ و سورن و کرائیک اچار
بیرہ پکورہ سکرن چنانکہ می باید — دہند دود ز کافورشان پئی دو نکار
ہمیشہ مہر گرامی یگونہ گونہ طعام — صلا دہند بگروہ عزیز و خویش تبار
کند طعام عنایت بسی و شش فرقہ — ز حال ہر یک پرسد نہ ہر دمی اخبار

---

[۱۶] رمیۃ بمعنی تیر کھایا ہوا شکار۔ ملاحظہ ہو: لغات سعیدی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲۶۲۔

[۱۷] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۴۷ الف، ۷۵ ب۔

صورت سنگھ کے بیان کے مطابق شیخ کمال کا انتقال ۱۰۳۹ھ میں ہوا[۱۸]۔ اس موقع پر اس نے جو قطعہ تاریخ کہا تھا وہ درج ذیل ہے :

نثار جان بحق از اہل حق بود الحق غنا بحق شدن وہم بقا بحق ہموار

جہانگیر کو ملامتیہ سلسلہ کے درویشوں کے ساتھ بڑی عقیدت تھی چنانچہ ایک بار جب وہ لاہور آیا تو شیخ کمال کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ صورت سنگھ نے اس ملاقات کا ذکر "تذکرۃ الشیخ والخدم" میں بڑی خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔

مصنف کی اولاد

صورت سنگھ نے ایک موقعہ پر اپنے بیٹے گوال داس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

گوال داس بود یادگار صورت سنگھ بیاد آورد از من چو خواند این اشعار[۱۹]

گوال داس کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے صورت سنگھ لکھتا ہے :

شب دوشنبہ پنجم زماہ ذی قعدہ بسال سی و نہم در عدد فزون ز ہزار
مہندس آمد بنوشت تیک چندش نام باوج طالعش از زائچہ چو بست نگار[۲۰]

ان اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گوال داس کا پیدائشی نام ٹیک چند تھا جو نجومی نے زائچہ دیکھ کر رکھا تھا تاہم وہ اپنے احباب کے حلقہ میں گوال داس کے نام سے مشہور ہوا۔

مصنف کے آخری ایام حیات

صورت سنگھ کے آخری ایام حیات اور وفات کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ "تذکرۃ الشیخ والخدم" کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ تذکرہ ۱۰۵۷ھ میں مکمل کیا تھا۔ ایک موقع پر اس نے مولوی عبدالکریم کی معیت میں شیخ حسّو تیلی سے ملنے کا ذکر کیا ہے۔ شیخ موصوف کا انتقال ۱۰۱۱ھ میں ہوا تھا اس لیے جب اس نے تذکرہ مکمل کیا تو شیخ حسّو کو انتقال کیے ۴۶ برس گزر چکے تھے۔ جن دنوں وہ شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا

---

۱۸ تذکرہ الشیخ والخدم، ورق ۱۱۶ الف

۱۹ ایضاً، ورق ۱۷۴ الف ۲۰ ایضاً

تھا، ان دنوں وہ بسلسلہ ملازمت لاہور میں مقیم تھا اگر اس وقت اس کی عمر بیس سال تسلیم کرلی جائے تو تذکرہ کی تکمیل کے وقت وہ ۶۶ برس کا تھا۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ تذکرہ کی تکمیل کے بعد جلد ہی فوت ہوگیا ہوگا۔

تذکرۃ الشیخ والخدم کا سالِ تالیف

صورت سنگھ نے "تذکرۃ الشیخ والخدم" کی ابتدا ۱۲ ماہ رجب ۱۰۵۴ھ بروز جمعرات ٹھٹھہ میں حاجی رتن کی درگاہ میں کی تھی:

بیافت صورت اتمام دربتندہ کنوں — بہ بارگاہ رتن حاجی این ہمہ اشعار
زجملہ حرف چو شد جمع در حساب — بود ز ہجرتِ نبوی ہزار پنجہ و چار[۲۱]

اسے یہ تذکرہ مکمل کرنے میں تین سال لگے جس کا ذکر اس نے ان اشعار میں کیا ہے:

ہزار و پنجہ و ہفتم بود ز خاتمہ اش — کہ در سہ سال من این نسخہ ساختم طیار
رسید فاتحہ تا خاتمہ بفال نکو — بدورِ شاہجہان داور جہان داوار[۲۲]

تذکرہ کا آغاز

تذکرۃ الشیخ والخدم کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

شکر و سپاس حضرتِ خلاق کن فکان — رزاقِ روح پرور و فیاض انس وجان
کردم شروع "تذکرۃ الشیخ والخدم" — در ذکرِ حسّو تیلی ملک نشان

اس کے بعد سترہ شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں، زاں بعد شاہجہان کی مدح میں سترہ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

بیافت صورتِ ترتیب این خجستہ کلام — بعصرِ شاہ جہان برگزیدۂ اعصار
شہابِ دولت و دین آفتاب عزوجلال — کہ ہست ثانیِ صاحب قران باستشہار[۲۳]

قصیدہ کے بعد شیخ حسو تیلیؒ کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔

۲۱ھ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۸۱ ب

۲۲ھ ایضاً، ورق ۱۸۲ الف

۲۳ھ ایضاً، ورق ۹ ب

شیخ حسّو تیلی

صورت سنگھ کے بیان کے مطابق شیخ حسو تیلی دریائے چناب کے کنارے واقع ایک گاؤں ماکیوال کے رہنے والے تھے[۲۴] ان کے والد کا نام شیخ چند اور والدہ کا نام میلی تھا۔[۲۵] شیخ حسّو کا بڑا بھائی شیخ تارو ایک دین دار انسان اور صاحبِ اولاد تھا۔[۲۶] ان کی بڑی بہن کا نام پیاری تھا جو بعد میں ان کے مریدوں کے زمرہ میں شامل ہوگئی تھی۔ شیخ چند کے کنبے کا گزارہ ایک کولہو کی آمدنی پر ہوتا تھا۔ جب شیخ حسو نے ہوش سنبھالا تو والد نے انھیں بھی اسی کام میں لگانا چاہا اور انھیں بارہ روپے دے کر بڑے بھائی کی معیت میں کنجد خریدنے بھیجا۔ اثنائے سفر ان کی ملاقات پنجاب کے مشہور جوگی گورو گورکھنا تھ سے ہوئی۔[۲۷] شیخ حسو گورو کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے والد نے کنجد خریدنے کے لیے جو رقم ان کے حوالے کی تھی وہ گورو کی خدمت میں پیش کر دی۔ گورو نے انھیں اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور یہیں شیخ حسو نے ان سے "کیمیائے سعادت" سیکھی۔[۲۸] گورو کی خدمت میں برس ہا برس رہ کر جب شیخ حسو گھر واپس لوٹے تو وہ اس قدر بدل چکے تھے کہ انھیں برادری کا کوئی شخص، حتیٰ کہ ان کی بہن بھی نہ پہچان سکی۔[۲۹]

شیخ حسّو نے گھر آنے کے بعد کیا شغل اختیار کیا، صورت سنگھ اس بارے میں خاموش ہے۔ دوسرے تذکرہ نگاروں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حسّو لاہور چلے آئے

۲۴ھ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۸۹ الف

اب یہ گاؤں ماکیوالہ کہلاتا ہے۔ اس گاؤں میں کل ۶۰ گھر ہیں اور ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی کل آبادی ۳۳۲ نفر ہے۔ ان دنوں یہ گاؤں تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ عبد الرشید ڈسٹرکٹ سنسس رپورٹ گوجرانوالہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۱ - ۷

۲۵ھ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۸۹ الف ۲۶ھ ایضاً، ورق ۸۹ ب

۲۷ھ گورو گورکھناتھ کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی مؤلفہ نور احمد چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۱۵۲-۱۵۰

۲۸ھ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۸۹ ب ۲۹ھ ایضاً، ورق ۹۰ الف

تھے اور یہاں انھوں نے چوک جھنڈا اندرون لوہاری دروازہ میں گندم کا کاروبار شروع کیا تھا۔ گورو گورکھ ناتھ کے پاس رہ کر انھیں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی چاٹ لگ چکی تھی اس لیے آپ گاہے گاہے حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ایک روز باتوں باتوں میں شیخ حسّو نے شاہ صاحب سے درخواست کی کہ وہ انھیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں جس سے ان کے کاروبار میں ترقی ہو۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ چوک جھنڈا کے گندم فروش کم تولنے میں بدنام ہیں تم پورا تول تولا کرو۔ اسی روز سے شیخ حسو نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جو شخص گندم خریدنے آتا اس سے کہتے کہ بھائی خود ہی تول کر لے جاؤ۔ اس راست بازی سے خدا نے ان کے کاروبار میں اتنی برکت دی کہ انھوں نے ہزاروں روپے کمائے۔

شیخ حسو کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی امارت کا یہ عالم تھا کہ وہ سونے کے باٹ اور ترازو استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ حسبِ معمول حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بر سبیل تذکرہ اپنی امارت کا ذکر کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اپنے باٹ اور ترازو دریا میں پھینک دو۔ شیخ حسّو نے ان کے فرمان کی بجاآوری میں باٹ اور ترازو راوی میں پھینک دیئے دوسرے یا تیسرے روز چند غلہ فروش ایک پایاب مقام سے دریا عبور کر رہے تھے کہ ان کے پاؤں بھاری بھرکم پتھروں سے ٹکرائے۔ انھوں نے وہ پتھر راستے سے ہٹانے چاہے دیکھا تو وہ سونے کے باٹ تھے۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد انھیں ترازو بھی مل گیا۔ وہ غلہ فروش چونکہ شیخ حسّو سے واقف تھے اس لیے انھوں نے وہ باٹ اور ترازو شیخ کی خدمت میں پہنچا دیے۔ شیخ حسّو وہ باٹ اور ترازو لے کر شاہ جمالؒ کی خدمت میں پہنچے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ تمھاری دیانتداری کا صلہ ہے۔ مجھے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ حلال کی کمائی ضائع نہیں ہوتی[۳۰]۔ اس بات کا شیخ حسو کے دل پر بڑا اثر ہوا اور انھوں نے کاروبار ترک کر کے درویشی اختیار کر لی اور شاہ جمال کے مرید ہو گئے۔

شاہ جمالؒ نے اپنے مریدِ صادق کی روحانی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور

---

[۳۰] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۲۴۰-۲۴۱-

جب ان کی تربیت مکمل ہوگئی تو انھیں خلافت دے کر دوسروں کی رہنمائی کا حکم دیا۔ شیخ حسوؒ کی بقیہ عمر لاہور میں عوام کی رشد و ہدایت میں گزری۔ تیلی برادری کے لوگ انھیں آج تک اپنا پیر تسلیم کرتے ہیں۔ پنجاب کے عظیم شاعر وارث شاہ نے اپنے لافانی شاہکار "ہیر" میں اس بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: [31]

حسو تیلی جیوں پیر ہے تیلیاں دا سلیمان ہے جن بھوتاسیاں دا

تیلیوں کے علاوہ ان سے فیض پانے والوں میں شاہ دولہ گجراتی کا نام بھی سرفہرست ہے [32]
مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد بھی ان کے معتقدین میں شامل تھی۔ صورت سنگھ نے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

بجان مرید شدش شیخ و برہمن فی الفور ز بہر خدمت اولبست بر کمر زنار
ز سیوکانش ہری چند و بندہ صورت سنگھ رفیق خاص سری چند بہترین غم خوار [33]

صورت سنگھ نے شیخ حسو کے خدام میں خصوصیت کے ساتھ نظام، بدھو، گلاجان، مہر علی، منگو بصیر، میاں بولا، شیخ لال، شبیر احمد، ستر اللہ، حسن اور عبدالکریم کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب نچلے طبقے کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شیخ حسو پنجاب کے نچلے طبقوں میں بڑے مقبول تھے۔ صورت سنگھ نے ان میں سے بعض اصحاب کے خاص خاص اوصاف بھی بیان کیے ہیں۔ مثلاً شیخ لال کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

مدام مست می عشق شیخ لال بود چہ شیخ لال نہاں لال فاش در گفتار
مراد در آگرہ پابوس او میسر گشت راز ہائے نہاں عیان بداد اخبار [34]

اسی طرح صورت سنگھ نے شیخ حسو کے خادم خاص شیخ ستر اللہ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

بود بقوم قریشی شرف ز گوہر شیخ چہ گوہری کہ دید آب گوہر شہسوار [35]

۳۱۔ وارث شاہ "ہیر" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۲۰۰
۳۲۔ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۹۲ الف ۳۳۔ ایضاً ورق ۶۷ الف
۳۴۔ ایضاً ورق ۱۶۷ ب ۳۵۔ ایضاً

صورت سنگھ نے اپنے خواجہ تاشوں کے ضمن میں دو سیّد زادوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

دو سیدان بخاری ز نسل میر جلال — شدند خادم درگاہ پیر فخر کبار
یکیست میر جہانگیر سید السادات — کہ داشت بے حد مال و منال و ملک و عقار
دوئم برادر خردش کہ فتح محمود است — بجائے خویش کنم ذکر آن نکو کردار[36]

صورت سنگھ کے بیان کے مطابق یہ دونوں بزرگ گجرات کے وزیر اعظم کے بھانجے تھے۔
شیخ حسّو کے معتقدین میں جو خواتین شامل تھیں ان کا ذکر صورت سنگھ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

زنان صالحہ ہبّی و مریم و بختو — ز عفت طاق بحق گشتہ محرم اسرار
انیس حضرت بی بی پیاری آنکہ بود — عزیز خواہر پیر کبیر فخر کبار[37]

شیخ حسّو نے ۳ر شوال ۱۰۱۱ھ کو لاہور میں وفات پائی۔ صورت سنگھ کے بیان کے مطابق اس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال کے قریب تھی[38]۔ شیخ حسّو کا مزار لاہور میں ایبٹ روڈ پر محفل سینما کے عقب میں واقع ہے۔ لوہاری دروازہ کے اندر چوک جھنڈا میں آپ کا حجرۂ عبادت تا حال مرجع خلائق ہے۔ چوک جھنڈا میں جو جھنڈا نصب ہے وہ بھی شیخ حسّو کا جھنڈا کہلاتا ہے اور اس نواح کے لوگ وہاں جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں[39]۔
شیخ حسّو بقول صورت سنگھ اولاد و زوج سے بالاتر تھے۔ اس لیئے انھوں نے اپنی تمام عمر فقر و تجرد میں ہی گزار دی۔ ان کے بڑے بھائی شیخ تارو صاحبِ اولاد تھے ان سے اولاد کا سلسلہ آگے چلا ہے۔

شیخ حسّو اور ان کے ہمعصر امرا

صورت سنگھ نے شیخ حسّو کے معتقدین میں اکبری دور کے متعدد نامور امرا کا ذکر کیا ہے

---

[36] تذکرۃ الشیخ والخدم ورق ۱۶۷ ب [37] ایضاً ورق ۱۶۸ الف

[38] ایضاً ورق ۱۰۱ الف، اب

[39] کنہیا لال، تاریخ لاہور، مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴ء ص ۲۷۲

اس کی روایت ہے کہ عبدالرحیم خان خاناں کو شیخ موصوف کے ساتھ بڑی عقیدت تھی اور اس نے ٹھٹھہ کی مہم سے قبل ان سے دعا کی التجا کی تھی۔ جب ٹھٹھہ فتح ہوا تو خان خاناں نے پانچ صدر دپے ان کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ اسی طرح خان خاناں نے دکن روانہ ہونے سے پیشتر بھی شیخ حسو سے دعا کی درخواست کی تھی[۴۰] صورت سنگھ کا بیان ہے کہ شیخ موصوف کی دعاؤں سے خان خاناں کے بہت سے کام سنورے تھے۔

مخدوم الملک عبداللہ سلطانپوری صاحب قاطع البدعت کا شمار اکبری دور کے نامور علما میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اکبر کی مملکت سے بدعات کا خاتمہ کرنے پر کمر ہمت باندھی تھی، اس لیے وہ بے شرع فقرا کا سختی کے ساتھ احتساب کیا کرتے تھے صورت سنگھ کا بیان ہے کہ مخدوم الملک شیخ حسو کے مخالف تھے[۴۱] مخدوم الملک کے زوال کے بعد جب عنانِ اقتدار آزاد خیال لوگوں کے ہاتھ میں آئی اور ابوالفضل وزیر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہوا تو وہ شیخ حسو کے معتقدین کے زمرہ میں شامل ہو گیا تھا۔[۴۲]

شیخ فرید بخشی جن کی ہمت اور کوشش سے جہانگیر کو تخت ملا تھا، اولاد الہی نعمت سے محروم تھے۔ صورت سنگھ لکھتا ہے کہ ایک بار انھوں نے اس ضمن میں شیخ حسو سے دعا کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا کہ اولاد اس کے نصیب میں نہیں ہے۔[۴۳]

شیخ حسو اور ہمعصر سیاست

اکبر کے آخری ایام حکومت میں سلیم نے اس کے خلاف بغاوت کی اور الہ آباد میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس نازک موقع پر اکبر کی بیوی سلیمہ سلطان بیگم نے درمیان میں پڑ کر باپ بیٹے میں صلح کرادی[۴۴] صورت سنگھ کا بیان ہے کہ اس صلح میں شیخ حسو کے ارادے کو بھی دخل تھا۔[۴۵]

---

[۴۰] تذکرۃ الشیخ دالخدم ورق ۱۳ الف،۱۴ ب [۴۱] ایضاً ورق ۱۹ الف

[۴۲] ایضاً ورق ۱۹ الف [۴۳] ایضاً ورق ۲۰ الف

[۴۴] اسمتھ، ولنسٹ، اے، اکبردی گریٹ مغل، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۰ء ص ۲۲۴

[۴۵] تذکرۃ الشیخ دالخدم ورق ۲۲ الف

ایک دوسرے موقعہ پر صورت سنگھ لکھتا ہے کہ اکبر کے تعلقات شیخ حسو کے ساتھ بڑے خوش گوار تھے ایک سال جب بارش نہ ہونے سے قحط رونما ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو بادشاہ نے ان سے باران رحمت کے نزول کے لیے درخواست کی شیخ حسوؒ نے بادشاہ کی درخواست پر خدا تعالیٰ کے حضور میں بارش کے لئے دعا کی۔ شیخ موصوف کی دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی اور خوب بارش ہوئی[۴۶]

شیخ کے اپنے ہمعصر بزرگوں سے تعلقات

شیخ حسوؒ کے بلاامتیاز مذہب و ملت بزرگانِ لاہور کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے اکبر کے ابتدائی دورِ حکومت میں شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے خلیفہ شیخ موسیٰ آہنگر کے کشف و کرامت کا دور دور تک شہرہ تھا[۴۷] شیخ حسوؒ نے بھی ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے جو شیخ موسیٰ آہن گر کی وفات تک برابر قائم رہے۔

شیخ نظام نارنولی کا شمار اکبری دور کے نامور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے ایک بار اکبر بھی نارنول میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ ان کے ایک مرید عبدالغنی لاہور میں آ بسے تھے۔ شیخ حسوؒ کے ان کے ساتھ بڑے اچھے روابط تھے صورت سنگھ نے عبدالغنی کی سیرت اور کردار کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔[۴۸]

فرشتہ صورت عبدالغنی کہ در معنی — دلش غنی بدی از میل درم و دینار
مرید شیخ نظامی نارنولی بود — کہ از فرید الدین شکر گنج یافت دستِ بسیار

اکبری دور میں لاہور میں چھجو نام کے ایک سادھو بھگتی بھگت رہا کرتے تھے انکی سمادھ آج بھی میو ہسپتال کے احاطہ میں موجود ہے۔ یہ صاحب ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے

---

[۴۶] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۲۸ ب

[۴۷] ملاحظہ: تاریخ خلیفہ مصنفہ غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء

[۴۸] تذکرۃ الشیخ والخدم ورق ۱۲۹ ب

اور اپنے ہمعصر مسلمان درویشوں سے بڑے دوستانہ مراسم رکھتے تھے[۴۹] صورت سنگھ کا بیان ہے کہ شیخ حسّو کے ان کے ساتھ بھی بڑے خوشگوار مراسم تھے ایک بار انھوں نے چجّو کا امتحان لیا تو انھیں فقیر کامل پایا۔[۵۰]

شیخ حسّو کا اجتہاد

صورت سنگھ رقمطراز ہے کہ ایک بار ایک مولوی صاحب شیخ حسّو سے ملنے آئے۔ باتوں باتوں میں مولوی صاحب نے پل صراط کا ذکر چھیڑا اور اس کی باریکیاں بیان کرنے لگے۔ جب مولوی صاحب نے اپنی تمام بات ختم کی تو شیخ حسّو نے پل صراط کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس سے شریعت نبوی مراد لیتے ہیں۔[۵۱]

شیخ حسّو کی کرامات

صاحب تذکرۃ الشیخ والخدم نے شیخ حسّو کی دو کرامتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک بار ایک بے اولاد عورت آپ کی خدمت میں حصولِ اولاد کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ نے اُسے تین گالیاں دیں، قدرتِ خدا سے اس کے ہاں تین فرزند تولد ہوئے۔[۵۲]

ایک ہندو نوجوان شیخ حسّو کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے ایک بار اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گنگا اشنان کا پروگرام بنایا۔ روانگی سے قبل وہ شیخ سے اجازت لینے آیا تو شیخ نے اسے ان کے ساتھ جانے سے منع کر دیا اور اصرار کر کے اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ اس کے تمام رشتہ دار ہردوار روانہ ہو گئے۔ جس دن گنگا اشنان کا دن آیا تو اس ہندو نوجوان نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آج اس کے رشتہ دار گنگا میں اشنان کر رہے ہوں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم بھی گنگا اشنان کر لو۔ شیخ کے حکم پر اس نے آنکھیں بند کیں تو خود کو ہردوار میں موجود پایا۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مل کر اشنان کیا۔ اتنے میں شیخ نے اسے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔

---

[۴۹] کنہیا لال تاریخ لاہور مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴ء ص ۱۸۷
[۵۰] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۴۴ الف [۵۱] ایضاً ورق ۲۰ ب
[۵۲] ایضاً ورق ۳۸ الف

اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو شہزادے کے پیروں میں بیٹھا پایا [۵۳]

تذکرۃ الشیخ والخدم میں اس عہد کے تاریخی واقعات

"تذکرۃ الشیخ والخدم" اگرچہ شیخ حسو اور ان کے خدام کا تذکرہ ہے پھر بھی اس میں اس عہد کے بعض اہم سیاسی واقعات آ گئے ہیں۔ جہانگیر کے آخری دور حکومت میں دربار میں دو سیاسی گروہ بن گئے تھے ایک گروہ جس کی سربراہ نور جہاں تھی جہانگیر کے بعد شہریار کو بادشاہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دوسرا گروہ جس کی قیادت آصف خاں کر رہا تھا شاہ جہان کا حامی تھا۔

جہانگیر کی وفات کے وقت شاہجہان دکن میں تھا اس لیے شہریار نے لاہور پر قبضہ کر کے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ آصف خان نے اسے راوی کے کنارے شکست دے کر گرفتار کر لیا [۵۴] اور مصلحتِ وقت کے تحت خسرو کے فرزند داور بخش عرف بلاقی کو تخت پر بٹھا کر شاہجہان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ [۵۵]

جہانگیر کی وفات کے بعد آصف خاں نے جو رول ادا کیا اس کا ذکر صورت سنگھ نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

وزیر اعظم آصف خاں علامی ۔۔۔ کہ افضل از ہمہ در فضل بود و افتخار
ز بہر مصلحت وقت و دفع ظن حسود ۔۔۔ ہم چو لشکر شطرنج یا ختند قمار
فشاند بر سر تخت آن یکے بنا شدنی ۔۔۔ کہ شہریار بود نام او بشہر و دیار
براہ خطہ کشمیر گاہ رحلت شاہ ۔۔۔ یکی بدست بلاقی ز جیش دلو مہار
دو فوج گشت مقابل ساحل راوی ۔۔۔ نہاد ناشدنی سوی قلعہ رُو بفرار
سہ ماہ ماند بلاقی بتخت در لاہور ۔۔۔ بخشم ناشدنی زد ز میل غم مسمار

بلاقی کی تخت نشینی کے موقع پر صورت سنگھ نے شیخ کمال سے اس کے مستقبل کے متعلق

---

[۵۳] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۶ الف

[۵۴] محمد صالح کنبو، عمل صالح، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء ج ۱، ص ۱۶۰۔

[۵۵] عبد الحمید لاہوری، بادشاہ نامہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۷ء، ج ۱، ص ۷۰

[۵۶] "ناشدنی" شہریار کے لیے لکھا اور بولا جاتا تھا عبد الحمید لاہوری، بادشاہ نامہ ج ۱، ص ۶۹

استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کا دور بالکل عارضی ہے کچھ عرصہ بعد شاہجہان تخت نشین ہوگا۔[57]
صورت سنگھ لکھتا ہے کہ تین ماہ بعد وہی ہوا جو اس کے مرشد نے فرمایا تھا۔ آصف خاں نے
شاہجہاں کے ایما پر بلاقی اور دوسرے شہزادوں کو قتل کرا کے لاہور کے گلی کوچوں میں شاہجہاں
کی تخت نشینی کا اعلان کرا دیا:

همان بلاقی و تیمور[58] و شہریار و ہوشنگ — بزیر خنجر او جان سپرد در یکبار
بکوچہ کوچہ منادی زدند در لاہور — زبادشاہی شاہ جہان صغار و کبار

ایک بار شاہجہان کے دل میں اپنے آباؤ اجداد کے علاقے فتح کرنے کی خواہش نے
چٹکی لی تو اس نے شہزادہ مراد کو ایک لشکرِ جرّار دے کر بلخ کو روانہ کیا۔ مراد نے نذر محمد والئ
بلخ کو شکست دی اور وہ ایران کی طرف بھاگ گیا۔ مراد نے بلخ اور بدخشاں پر قبضہ کر لیا
لیکن وہاں سکونت اختیار کرنے کی بجائے بلا اجازت واپس لوٹ آیا۔[59] ازبکوں نے اس
کے جاتے ہی دوبارہ ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اگلے سال شاہجہان نے اورنگ زیب کو بلخ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا اور خود بھی ایک بڑی
فوج لے کر کابل کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ جہان نے کابل کو اپنا مستقر بنا کر اورنگ زیب کو
بلخ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ اورنگ زیب نے ازبکوں کو شکست فاش دے کر بلخ پر
قبضہ کر لیا۔[60] شاہجہان نو مفتوحہ علاقہ اپنے بیٹے مراد کے سپرد کر کے لاہور چلا آیا۔ صورت سنگھ
نے شاہ جہان کی آمدِ لاہور کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

سہ ماہ ماند شہنشاہ عصر شاہجہان — مقیم خطۂ کابل عجب نزیں امصار
وکیل ازبک والی بلخ رو بنہاد — بخاک در گہ شاہ و ز صلح کرد اظہار

---

[57] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۰۸ ب
[58] یہاں صورت سنگھ کو مغالطہ ہوا ہے، اس بدقسمت شہزادے کا نام تیمور نہیں طہمورث تھا ملاحظہ ہو:
۱۔ عبدالحمید لاہوری، بادشاہنامہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۷ء ج ۱، ص ۷۹
۲۔ محمد صالح کنبو، عمل صالح، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء، ج ۱، ص ۱۶۷
[59] محمد صالح کنبو، عمل صالح، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء، ج ۲، ص ۳۸۰
[60] ایضاً، ص ۴۱۱

نمودہ صلح شہنشہ ازاں طرف برگشت   بجزم عنظ لاہور شد رواں ناچار[۶۱]

تذکرۃ الشیخ والخدم میں ہرن منار کا ذکر

میری ناقص رائے میں تزک جہانگیری کے بعد "تذکرۃ الشیخ والخدم" پہلی کتاب ہے جس میں ہرن مینار کی تعمیر کا ذکر تفصیل کے ساتھ درج ہے[۶۲] صورت سنگھ کا خواجہ تاش سری چند جہانگیر پور[۶۳] میں قانون کے عہدہ پر فائز تھا۔

بموطن کہ سری چند بود قانون گوی   خطاب او ست جہانگیر پور ہرن منار

بود مفاصلہ او ز بلدۂ لاہور   بچار فرسخ تعمیر یافت طرفہ دیار

ایک بار سری چند نے شیخ کمال کو جہانگیر پور آنے کی دعوت دی۔ شیخ موصوف صورت سنگھ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے تو سری چند نے ہرن منار کے قریب الغبن بڑا پر تکلف کھانا کھلایا اور کشتی میں بٹھا کر تالاب کی سیر کروائی۔ صورت سنگھ اس موقع پر ہرن منار پر چڑھا اور اس نے منار کے ۱۰۴ زینے شمار کیے۔[۶۴]

بابا نانک کی وفات کا واقعہ

"تذکرۃ الشیخ والخدم" فارسی زبان کی پہلی کتاب ہے جس میں بابا نانک کی وفات کا ذکر

---

[۶۱] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۶۵ الف

[۶۲] جہانگیر نے اپنے ایک محبوب ہرن ہنسراج کی یاد میں شیخو پورہ کے قریب ایک مینار بنانے کا حکم دیا تھا: تزک جہانگیری، مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء ص ۴۴

[۶۳] صورت سنگھ اور جہانگیر دونوں نے اس مقام کا نام جہانگیر پور لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۰۹ ب

۲۔ تزک جہانگیری، مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء ص ۴۴

۳۔ محمد صالح کنبوہ نے اسے جہانگیر آباد لکھا ہے، جو صورت سنگھ اور جہانگیر کے بیانات کی روشنی میں صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو: عمل صالح، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۹ء ج ۲ ص ۳۸

[۶۴] تذکرۃ الشیخ والخدم، ورق ۱۱۰ ب

تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ صورت سنگھ رقم طراز ہے کہ جب باباجی فوت ہوتے تو ان کے مسلمان معتقدین انھیں اسلامی طریقہ پر دفن کرنا چاہتے تھے اور ان کے ہندو معتقدین انھیں اپنے طریقے کے مطابق جلانا چاہتے تھے۔ جب ان دونوں گروہوں میں نزاع بڑھی تو ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ جو فریق انھیں اٹھا سکے وہی اپنے طریقہ کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کرے جب دونوں گروہ ان کی میّت کے پاس پہنچے تو وہاں میّت کی بجائے پھولوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا[۶۵] ناچار دونوں گروہوں نے وہ پھول باہم تقسیم کر لیے اور اپنے اپنے طریقہ کے مطابق انھیں ٹھکانے لگا دیا۔ شاہ جہان کے دورِ حکومت میں جب صورت سنگھ شیخ حسو کے سوانح حیات قلمبند کرنے بیٹھا تو بابا نانک کو فوت ہوئے صرف ایک صدی گزری تھی لیکن یہ پھولوں والا واقعہ زبان زدِ خلائق ہو چکا تھا۔

"تذکرۃ الشیخ والخذم" کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اکبر کے دورِ حکومت میں مذہب کی گرفت بڑی حد تک نرم ہو گئی تھی اور مسلمان ہندو جوگیوں کے اور ہندو مسلمان صوفیوں کے مریدین رہے تھے۔ شیخ حسو تیلی، حضرت شاہ جمالؒ کے مرید بننے سے پہلے گورو گورکھ ناتھ کے سلسلے میں منسلک تھے[۶۶]

تاریخ کی ورق گردانی سے اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ملتی ہیں جہاں مسلمان ہندو جوگیوں کے باقاعدہ مرید بن رہے تھے۔ پنجابی زبان کے عظیم رومانی شاہکار "ہیر" کا ہیرو رانجھا لودھیوں کے عہدِ حکومت میں گورو بال ناتھ کا مرید ہوا تھا جس زمانے میں رانجھا بال ناتھ کا مرید ہوا تھا ان دنوں شیخ حسو تیلی بھی نوجوان ہوں گے۔ چشتیہ صابریہ سلسلہ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے صاحبزادے حضرت رکن الدین، انت کر نامی ایک ہندو جوگی سے "اسرارِ توحید" معلوم کرنے جایا کرتے تھے[۶۷]

ان واقعات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ مغلوں کے ابتدائی دورِ حکومت میں مسلمان گمراہ ہوتے جا رہے تھے اور ان کی رہنمائی کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے کسی مردِ مومن کی ضرورت تھی۔

---

۶۵ تذکرۃ الشیخ والخذم ورق ۱۲۲ ب ۶۶ ایضاً ورق ۸۹ الف

۶۷ رکن الدین، لطائف قدوسی، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ ص ۴۷